سیرتِ نبوی ﷺ اور انسانی اخلاق کی تشکیل: تحقیقی و تجزیاتی جائزہ

The Prophetic Biography and the Formation of Human Morality: A Research-Based Analytical Study

Khadija Butt[1]
Abdul Rehman[2]
Noman Tahir[3]

Abstract:
This research paper explores the formative influence of the Prophetic Seerah) biography of Prophet Muhammad (ﷺ on the development of human morality and ethical behavior. The study highlights how the Prophet's ﷺ teachings, actions, and interpersonal conduct provide a comprehensive framework for personal and collective moral refinement. Drawing upon classical Islamic sources and modern ethical discourse, the paper examines key moral attributes embodied by the Prophet—ﷺ such as honesty, humility, justice, patience, and compassion—and analyzes their impact on individual character building and societal harmony. The research further investigates how Prophetic guidance can address contemporary moral crises and contribute to nurturing ethically sound communities. The study concludes with practical recommendations for incorporating Seerah-based moral education into modern educational and social structures.

Keywords: *Islamic ethics, moral development, character building, prophetic model, contemporary society*

تعارف:

اسلام ایک ایسا دین ہے جو نہ صرف عقائد اور عبادات پر زور دیتا ہے، بلکہ اخلاق و کردار کو بھی انسانی زندگی کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی اس اخلاقی تعلیم و تربیت کی کامل و اکمل مثال ہے، جس کا اعتراف خود قرآن مجید نے ان الفاظ میں کیا:

"وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ" [4]

"اور بے شک آپ ﷺ بلند ترین اخلاق پر فائز ہیں"

نبی ﷺ کی پوری زندگی اخلاقی صفات سے مزین تھی۔ آپ ﷺ کی دیانت، صداقت، حلم، شجاعت، عدل، عفو و درگزر اور رحم و شفقت جیسے اوصاف نے نہ صرف افراد کے دلوں کو جیتا بلکہ جاہلیت زدہ معاشرے کو اخلاقی و تمدنی انقلاب سے دوچار کر دیا۔ آپ ﷺ کا ہر قول، ہر عمل اور ہر فیصلہ ایک مکمل اخلاقی نظام کا مظہر تھا جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے نمونۂ عمل ہے۔

---

[1]. *M.Phil. Scholar, Department of Islamic Sudies, University of Gujrat, Gujrat- Pakistan*

[2]. *P.h.D Scholar,Department of Islamic Studies, Superior University, City Campus Lahore*
Email: aabdulrehmanstars@yahoo.com

[3]. *M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, RIPHAH international University , Faisalabad*
nm849980@gmail.com

[4] القلم:4

موجودہ دور میں جب دنیا اخلاقی زوال، خود غرضی، بدعنوانی، عدم برداشت اور اجتماعی بے حسی جیسے مسائل کا شکار ہے، تو سیرتِ نبوی ﷺ کی طرف رجوع ایک لازمی ضرورت بن چکا ہے۔ اخلاقی بحرانوں کا حل محض فلسفیانہ بحث یا قانونی اصلاحات میں نہیں، بلکہ ایسی جامع اخلاقی قیادت میں ہے جو دلوں کو بدل دے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے کیا۔

اس تحقیق میں ہم یہ جائزہ لیں گے کہ سیرتِ نبوی ﷺ نے انسانی اخلاق کی تشکیل میں کس طرح رہنمائی فراہم کی؟ کن اخلاقی اصولوں کو بنیاد بنا کر آپ ﷺ نے فرد اور معاشرے کی تربیت کی؟ اور آج کے دور میں ان اصولوں کی تطبیق کیسے ممکن ہے؟ یہ مطالعہ نہ صرف دینی تناظر میں اہم ہے، بلکہ سماجی اور تربیتی زاویے سے بھی بڑی معنویت رکھتا ہے۔

دین اسلام کی بنیاد قرآن و سنت پر مبنی ہے۔ قرآنی تعلیمات ہوں یا سیرت طیبہ کے مہکتے پھول۔ یہ تعمیرِ سیرت' تشکیلِ ذات اور تشکیلِ معاشرہ کا بہترین ذریعہ ہیں۔ حُسن سلوک' صلہ رحمی' عدل وانصاف' معاشیات' سیاسیات' نفسیات اور طب، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ میں تعلیمات رسول ﷺ ہمہ پہلو خیر وبرکت کی حامل ہیں۔ یقیناً انسانوں کو ان کے تمام مسائل وجملہ امراض سے نجات' جسم اور روح کی شفا بخشی اسوۂ رسول ﷺ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ جسمانی صحت و توانائی' ذہنی طہارت و لطافت' روحانی بالیدگی و پاکیزگی' ارادوں اور نیتوں کی اصلاح اور کردار کی عظمت و بلندی اسوۂ حسنہ ﷺ کے لازمی ثمرات ہیں جن کی ہر زمانہ میں ضرورت رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[1]

"بے شک تمہارے لیئے سول اللہ کی ذات بہترین نمونہ ہے"

آج افراط و تفریط کے دور میں نفسیاتی امراض بڑھ رہے ہیں اور پورا معاشرہ ان کی لپیٹ میں ہے۔ ایسے نازک حالات میں صرف دین اسلام ہی وہ حیات بخش نظریہ ہے جو انسانیت کے ہر قسم کے مسائل ومشکلات کا شافی وکافی حل پیش کرتا ہے اور روحانی انقلاب کے ذریعے فلاح انسانیت بالخصوص ذہنی بیماریوں کی مکمل ضمانت دیتا ہے۔ علماء ملت نے ہر دور میں اس ضمن میں رہنمائی فرمائی ہے۔ علم نفسیات (Psychology) ایک سائنس ہے جس میں انسانی فطرت سے متعلق ذہنی اعمال کا مطالعہ کیا جاتا ہے' شعوری یا لاشعوری' طبعی یا غیر طبعی' انفرادی یا اجتماعی' مذہبی و سیاسی' ادبی و تعلیمی' معاشرتی و اقتصادی غرضیکہ ہر قسم کے اعمال کے مطالعہ کا منظم طریقہ علم نفسیات کہلاتا ہے۔

دین اسلام نے جہاں ایسی خرابیوں کی نشاندہی کی وہاں اس کا حل پیش کرتے ہوئے بتادیا کہ یہ شیطانی وساوس انسانی شخصیت میں منفی اثرات پیدا کر کے نفسیاتی بیماریوں کا پیش خیمہ بنتی ہیں۔ علم جنین کی تحقیق کے مطابق یہ عادات بڑوں سے بچوں میں منتقل ہوتی ہیں۔ اور دیمک کی طرح نسل انسانی میں بگاڑ کا باعث بنتی جاتی ہیں اسلام نے نہ صرف ان خرابیوں کی نشان دہی کی ہے بلکہ فرمودات رسول ﷺ کی روشنی میں اس کا شافی حل بھی بیان فرمایا ہے جس کی جدید نفسیات آج بھی احسان مند ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں جس میں نفسیاتی بیماریوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کو، اللہ علیم و خبیر نے ہر اس علم سے نوازا ہے جس سے دنیا و آخرت میں انسان اور انسانیت کی فلاح واصلاح وابستہ ہے۔ آپ ﷺ نے آئندہ کے لئے عملی نفسیات کو سمجھنے

---

[1] الاحزاب: 21

کا موقع فراہم کر دیا جو آنے والی نسلوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ ہے۔رسول پاک ﷺ کی سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے ذہنی خلجان پیدا کرنے والی تمام جبلتوں پر پوری توجہ دی ہے اور علاج کے وہ رہنما اصول بیان فرمائے ہیں جن کو عملی نفسیات کے ماہرین نے اپنا کر غلبہ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیا ہے۔

غیبت سے منع فرما کر منفی سوچ کا سد باب فرمانا:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک شخص نے رحمت عالم ﷺ سے پوچھا غیبت کیا ہے؟رسول پاک ﷺ نے فرمایا:

"ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ فَقَدْ اغْتَبْتَهُ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ"[1]

جس کا مفہوم ہے کہ تو کسی کے بارے میں کسی چیز کا اس کی عدم موجودگی میں ذکر ایسے انداز میں کرے کہ اگر اس شخص کے سامنے کیا جائے تو اسے برا لگے۔سائل نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر وہ بات حقیقت ہو تو! پھر آپ ﷺ نے فرمایا! جب ہی تو یہ غیبت ہے۔اگر تو نے غلط کہا تو وہ بہتان ہو جائے گا۔یعنی بہتان اور غیبت دونوں خرابیوں سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی کیونکہ اس سے منفی سوچ پیدا ہوتی ہے اور انسانی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔جسے علم نفسیات کی رو سے بگاڑ کہتے ہیں۔

احساس کمتری کا حل:

خطبہ حجتہ الوداع میں احساس کمتری کا حل رسول کریم ﷺ نے ہدایت فرمائی،یعنی کوئی شخص احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو کہ دوسرے سے کمتر ہے۔رنگ و نسل کی وجہ سے کسی دوسرے پر ممتاز حیثیت نہیں رکھتا۔اللہ کے ہاں برتری کا معیار کردار و تقویٰ ہے۔دنیا کی ہوس رنج و غم میں مبتلا کر دیتی ہے اور خود سری دل کو ٹیڑھا کر دیتی ہیں، غمگیں رہنے سے جلد بڑھاپا آتا ہے۔مادہ پرستی کے اس تصور حیات نے انسان سے ہر قسم کا امن و سکون چھین لیا ہے۔خود غرضی' حرص و لالچ' بغض و کینہ' دھوکہ دہی، منفی سوچ نے انسانی شخصیت کو مجروح کیا ہے۔سوچ اور ڈپریشن میں اضافہ ہوا ہے۔اس کا واحد حل رسول کریم ﷺ کی پیروی میں ہے۔نفسیاتی بیماریوں کی شرح بڑھ رہی ہے اور یہی حال رہا تو آئندہ سالوں میں نفسیاتی بیماریاں سر فہرست ہونگی۔

غصہ کی ممانعت اور حل:

غصہ انسانی جبلت میں موجود ہے جس سے انسانی صحت و شخصیت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔حدیث پاک میں ہے سلیمان بن صدور رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں:

> نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے دو آدمی ایک دوسرے سے لڑے ان میں سے ایک غضب ناک ہوا اسکا چہرہ سرخ ہو گیا اور اسکی گردن کی رگیں پھول گئیں نبی کریم ﷺ نے اسکی طرف دیکھ کر فرمایا مجھے ایک ایسے جملے کا علم ہے کہ اگر وہ یہ جملہ کہہ دے تو اسکا غضب فرو ہو جائیگا۔وہ جملہ یہ ہے "اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم"ایک جس نے نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث سنی تھی وہ اس شخص کے پاس گیا اور اس سے کہا تم جانتے ہو کہ ابھی رسول اکرم ﷺ نے کیا فرمایا تھا؟اس نے کہا نہیں اس نے کہا آپ ﷺ نے

---

[1] مسلم، مسلم بن حجاج،ابوالحسین،الجامع الصحیح،کتاب البر،باب تحریم الغیبۃ،بیت الافکار،ریاض، 1998ء،رقم الحدیث: 2589

فرمایا تھا کہ مجھے ایسے جملے کا علم ہے اگر اس نے وہ جملہ کہہ دیا تو اسکا غصہ ختم ہو جائیگا۔ وہ جملہ یہ ہے "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم "اس شخص نے کہا کیا تم مجھے دیوانہ سمجھتے ہو؟[1]

حدیث نبوی ﷺ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''مومن کے میزان میں خوش خلقی سے زیادہ وزنی چیز کوئی نہ ہو گی'' [2]

حدیث نبوی ﷺ ہے:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس کا مفہوم ہے، فحاشی اور بد گوئی شخصیت کو داغ دار کر دیتی ہے۔ اور حیا اسے روشنی اور جِلا بخشتی ہے۔ نفسیاتی بیماریوں کا علاج پیچیدہ، سخت محنت طلب اور وقت طلب مسئلہ ہے جس میں مریضوں کے بنیادی محرکات کو معلوم کرنا، مریض میں خود اعتمادی بحال کرنا اور سکون مہیا کرنا ہے جو صرف نفسیاتی علاج ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ نفسیاتی علاج رسول عربی ﷺ کی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ رسول عربی ﷺ سب سے پہلے مریض کا حال پوچھتے، علامات سنتے اور تسلی اور اطمینان سے فرماتے "

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ نبی ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کرنے کے لیے گئے، اور نبی ﷺ جب کسی کی عیادت کے لیے جاتے، تو آپ ﷺ کہتے:

"لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ"[3]

"یعنی فکر کی کوئی بات نہیں، اِن شاءاللہ (یہ مرض) گناہوں سے پاک کرنے والا ہوگا "

تین اخلاقی تعلیمات:

اس راز کو جاننے سے پہلے نفسیات کے تین اہم اصولوں پر غور کر لیں جن پر اس راز کی بنیاد رکھی گئی ہے، وہ اصول یہ ہیں:

1. کائنات میں ہر چیز کی فراوانی ہے۔ یہاں ہر شخص کے لیے پانے کے لیے سب کچھ یا بہت کچھ موجود ہے۔
2. ہماری زندگی ہمارے خیالات سے ہی بنتی ہے جس طرح کے خیالات ایک انسان اکثر و بیشتر سوچتا ہے۔ اُسی سانچے میں اُس کی شخصیت ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے۔
3. ہمارے خیالات صرف ہماری شخصیت پر ہی اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ ہمارے حالات کی تشکیل میں بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جیسے ہمارے خیالات اور سوچیں ہوتی ہیں، اُسی طرح کے حالات ہمارے ارد گرد تخلیق ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

ان تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں ہے جو اسلامی تعلیمات کے خلاف ہو۔ بلکہ قرآن وحدیث کی تعلیمات، انبیائے کرام کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامات جابجا اس کی تصدیق کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ ''The Secret'' میں بیان کیا

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ، بیت الافکار الدولیۃ للنشر والتوزیع، ریاض، 2005ء، رقم الحدیث: 4048
[2] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، السنن، کتاب الادب، بیت الافکار، ریاض، 1998ء، رقم الحدیث: 4799
[3] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، باب، عیادت المریض، رقم الحدیث: 5662

جانے والا راز مندرجہ ذیل تین نکات پر مشتمل ہے:

1. مانگنا
2. یقین کرنا
3. محسوس کرنا

1۔مانگنا:

ہم جو کچھ اپنی زندگی میں بننا چاہتے ہیں یا جو کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں اُسے پانے کی پہلی شرط ہے "مانگنا"۔ مانگنے کا مطلب ہے اُس کی ایک سچی آرزو اور خواہش دل میں پیدا کرنا۔ اور پھر وقتاً فوقتاً اُس کے متعلق سوچتے رہنا۔ علمِ نفسیات کا کہنا ہے کہ جس طرح زمین کے اندر کشش ثقل کا قانون ہے جس کے ذریعے وہ ہر چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے اُسی طرح اس کائنات میں قانونِ کشش بھی موجود ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ ہماری سوچیں وجود رکھتی ہیں اور ہم جس چیز یا جس حالت کو پانا چاہتے ہیں، اُس کے متعلق سوچتے رہنے سے قانونِ کشش کے ذریعے وہ چیزیں ہماری زندگی میں شامل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور کائنات کا خودکار نظام انہیں ہمارے لیے تخلیق کرنا شروع کر دیتا ہے لیکن اس کے لیے ایک سچی آرزو اور خواہش کا ہونا ضروری ہے اور ہمیں واضح طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کیا پانا چاہتے ہیں؟ اس کی مثال یوں ہے کہ بازار کے اندر تقریباً تمام چیزیں موجود ہوتی ہیں مگر جب ہم شاپنگ کے لیے بازار جاتے ہیں تو واپسی پر ہمارے ساتھ صرف وہی چیزیں آتی ہیں جن کی خواہش اور تمنا لے کر ہم بازار گئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کے پاس سب کچھ موجود ہے مگر آپ کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی طلب و تمنا کو اپنے قلب و ذہن رکھتے ہوئے اُس پر اپنی توجہ کو مرکوز کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا اصول کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور کریں کہ حضور ﷺ نے ہمیں دعا کی شکل میں جو بہترین اصول دیا ہے کیا وہ اسی اصول کی اعلیٰ ترین شکل نہیں ہے۔؟ اس فرق کے ساتھ کہ علمِ نفسیات ہمیں کائنات سے مانگنے کے لیے کہتا ہے جب کہ اُسوہ رسول ﷺ ہمیں اپنی تمام ضروریات کائنات کے خالق و مالک سے مانگنے کے لیے کہتا ہے۔ ایک طرف تو ہمیں حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں قدم قدم پر ہر ہر موقع کی مناسبت سے انتہائی موزوں الفاظ میں کوئی نہ کوئی خوبصورت دعا ملتی ہے دوسری طرف حضور ﷺ نے اپنی تعلیمات مبارکہ میں دعا کی اہمیت و فضیلت پر اتنا زور دیا ہے کہ اکثر کتب حدیث میں دعا کے حوالے سے الگ ابواب موجود ہیں۔ چند احادیث پر غور کریں:

"اَلدُّعَاءُ هُوَالْعِبَادَة"[1]

" دعا عبادت ہی ہے"

انسان اللہ رب العزت سے مانگ تو اپنی ضروریات رہا ہے مگر پہلی حدیث میں اُس کے مانگنے کو عبادت قرار دیا جا رہا ہے۔ جب کہ دوسری حدیث میں اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر دعا کو عبادت کا بھی جوہر بتایا جا رہا ہے۔ اسے کہتے ہیں اور چونکہ دعا عبادت کی بھی اعلیٰ ترین شکل ہے اس لیے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

[1] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، السنن، باب الدعا، بیت الافکار، ریاض، 1998ء، رقم الحدیث: 1479

"لَيْسَ شَيئٌ أكْرَمُ عَلَى اللهِ مِنَ الدُّعَاء"[1]

''اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ کوئی شے معزز نہیں ہے''

اور جب دعا اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت والی چیز ہے تو وہ بندہ بھی خود بخود معزز بن جاتا ہے جو کثرت سے دعا مانگتا ہے۔ اللہ رب العزت نے چونکہ دعا کو اپنی عطاوں کا ذریعہ بنایا ہے اس لیے وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بندہ اُس سے زیادہ سے زیادہ مانگنے اور زیادہ سے زیادہ عنایات اور نوازشوں کا مستحق بنتا چلا جائے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"سلوا الله من فضله فان الله عزوجل يحب ان يسئل"[2]

''اللہ تعالیٰ سے اُس کا فضل مانگا کرو۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اُس سے سوال کیا جائے''

اور دوسری طرف نہ مانگنے والوں کے حوالے سے فرمایا:

"من لم يسئل الله يغضب عليه"[3]

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اُس پر ناراض ہوتا ہے''

چنانچہ حضور ﷺ نے ہر چھوٹی بڑی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ليسئل احدكم رب عزوجل حاجته حتى شسع نعله اذا انقطع"[4]

''تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اپنی ضرورت کی ہر چیز اپنے رب سے مانگے حتیٰ کہ جب اُس کے جوتے کا تسمہ ٹوٹے تو وہ بھی اُسی سے مانگے''

دعا انسان کے لیے کیا کچھ کر سکتی ہے۔ اس کا اندازہ مندرجہ ذیل حدیثِ مبارکہ سے لگائیں:

"لا يرد القضاء الا الدعاء"[5]

''دعا کے علاوہ کوئی چیز تقدیر کو نہیں بدل سکتی''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"لن ينفع حذر من قدر ولكن الدعا ينفع مما نزل و مما لم ينزل فعليكم بالدعاء عباد الله"[6]

''کوئی بچانے والی چیز تقدیر کے معاملہ میں کام نہیں دیتی مگر دعا سب معاملات میں نفع دیتی ہے جو نازل ہو چکے ہیں اور جو ابھی نازل نہیں ہوئے۔ پس اے اللہ کے بندو! دعا کو لازم پکڑو''

دعا کی اتنی زیادہ اہمیت کے پیشِ نظر دعا سے محروم لوگوں کی مذمت کرتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان اعجز الناس من عجز فی الدعا"[7]

---

[1] ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، الجامع السنن، کتاب الدعوات، باب فضل الدعاء، دار الفکر، بیروت، 2005ء، رقم الحدیث: 3370

[2] طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، باب من اسمہ احمد، دار الحرمین، قاہرہ، مصر، س ن، رقم الحدیث: 5326

[3] ترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، الجامع السنن، کتاب الدعوات، باب فضل الدعاء، رقم الحدیث: 3373

[4] ایضاً، باب لیسال الحاجۃ مھما صغرت، رقم الحدیث: 3604

[5] ایضاً، ابواب القدر، باب لا یرد القدر الا الدعاء، صحیح، رقم الحدیث: 2139

[6] الحاکم، مستدرک الصحیحین، کتاب الادعیۃ، باب الدعاء ینفع مما نزل و مما لم ینزل، رقم الحدیث: 1839

[7] البانی، صحیح الجامع، کتاب الاذکار والادعیۃ، باب فضل الذکر والدعاء، صحیح، رقم الحدیث: 1519

"بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز(قابل ترس)وہ شخص ہے جو دعا میں عاجزی کرتا ہے۔"(یعنی سستی اور کاہلی کی وجہ سے دعا نہیں مانگتا ہے)"

2۔یقین کرنا:

" The Secret"میں دیئے گئے طریقہ کار کا دوسرا قدم "یقین کرنا" ہے یعنی اس بات کا پختہ یقین رکھنا کہ جو کچھ ہم مانگ رہے ہیں وہ لازماً ہمیں مل جائے گا۔ کیونکہ کائنات کے پاس ہر چیز فراوانی سے موجود ہے۔ بات صرف ہمارے طلب کرنے کی ہے۔ جونہی ہم کسی چیز کو طلب کرتے ہیں اور پھر اس بات کا پختہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ چیز ہمیں مل جائے گی تو ساری کائنات کا نظام ہمارے ساتھ موافقت کرتے ہوئے بذریعہ قانونِ کشش کے وہ چیز ہمارے قریب لانا شروع کر دیتا ہے۔اس کے برعکس اگر اُس چیز کو پانے کے حوالے سے ہمیں بے یقینی اور نااُمیدی ہو گی تو ہمارے ذہن سے خارج ہونے والی سوچ کی منفی لہریں ہمارے اور اُس چیز کے درمیان حائل ہو جائیں گی اور قانونِ کشش مثبت چیزوں کی بجائے منفی چیزیں ہماری زندگی میں لانا شروع کر دے گا۔ لہٰذا دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم مانگیں اُس کے ملنے کا کامل یقین ہو۔اس کائنات میں طلب کرنے اور پانے کے درمیان کوئی اجنبیت نہیں ہے بشرطیکہ طلب میں خلوص ہو اور اُس کے ملنے کا یقین ہو۔ قرآن وحدیث سے اس یقین کے سلسلے میں ہمیں ٹھوس بنیادیں میسر آتی ہیں۔اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

" أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ "[1]

"میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے"

لہٰذا پکارنے والے کو پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ اُس کی ہر بات کو سنا جا رہا ہے اور صرف سنا ہی نہیں جا رہا بلکہ اُس کا جواب بھی دیا جا رہا ہے۔یہی نہیں بلکہ اُسے قبول بھی کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ "[2]

"تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول کروں گا"

دلچسپ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کا حکم دیا لیکن اُس کی قبولیت کا وعدہ نہیں فرمایا لیکن دعا کا حکم دیتے ہوئے ساتھ ہی وعدہ بھی فرما لیا کہ میں قبول کروں گا تاکہ بندہ مکمل طور پر یکسوئی، اطمینان اور کامل یقین کی حالت میں دعا مانگے۔ حضور ﷺ نے اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اُدْعُوا اللَّهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ"[3]

"اللہ سے دعا مانگا کرو۔اس حال میں کہ تمہیں قبولیت کا مکمل یقین ہو"

یہاں جو لفظ موقنون استعمال ہوا ہے وہ لفظ ایقان سے ہے اور ایقان عربی زبان میں یقین کے اُس اعلیٰ ترین درجہ کو کہتے ہیں جہاں شک وشبہ کی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ ہو۔ قبولیت کے اس یقین کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ رب العزت کے خزانہ میں ہر چیز وافر مقدار میں

---

[1] البقرہ:186

[2] المومن:60

[3] ترمذی،ابو عیسی، محمد بن عیسی ، الجامع السنن ،ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب فی ایجاب الدعاء بتقدیم الحمد والثناءوالصلاۃ،رقم الحدیث:3479

موجود ہے۔ ساری مخلوقات کو دے کر بھی اُس کے خزانہ میں ایک ذرہ بھر کمی نہیں آتی۔ چنانچہ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"یا عبادی لو ان اولکم و أخرکم وجنکم انسکم اجتمعوافی صعید واحد فسئلونی جمیعا فاعطیت کل انسان منہم مسئلتہ لم ینقص ذلک مما عندی الا کما ینقص المخیط اذا غمس البحر"[1]

''اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے پچھلے، جن وانسان ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور سب مجھ سے مانگیں اور میں اُن میں سے ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو یہ دینا میرے خزانہ میں کمی نہیں کرے گا مگر اتنی جتنی کہ سمندر میں ڈبونے سے سوئی سمندر کے پانی میں کمی کرے گی۔''!

ایک طرف تو اُس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں اور دوسری طرف وہ ذات اپنے بندوں کے ساتھ حد درجہ مہربان اور قدردان ہے۔ چنانچہ بندوں کے اٹھے ہوئے ہاتھ واپس لوٹانا اُس کی بندہ پروری کو گوارا ہی نہیں ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ تعالیٰ لیستحی ان یبسط العبد الیہ بدیہ لیسالہ خیرا فیرد ھما خائبتین"[2]

''بے شک اللہ تعالیٰ کو اس بات سے حیا آتی کہ بندہ اُس کی طرف اپنے ہاتھ پھیلا کر بھلائی کا سوال کرے اور اللہ تعالیٰ اُن ہاتھوں کو خالی لوٹادے''

ویسے بھی ایمان والوں کو ہر حال میں اللہ رب العزت کی بارگاہ سے پُر امید رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔

"لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ االلهِ"[3]

''تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا''

اور حدیثِ قدسی میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

"اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِي"[4]

'' میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہی اُس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں''

چنانچہ جو بندہ جیسا گمان اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ویسا ہی سلوک اُس کے ساتھ کرتے ہیں لہٰذا جو بندہ دعا کی قبولیت کا یقین رکھے گا اُس کے لیے قبولیت یقینی ہے۔ لیکن یہاں یہ بات اہم ہے کہ بندہ اپنے محدود علم کی بناپر کبھی کوئی ایسی چیز مانگ رہا ہوتا ہے جو اُس کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے، کبھی وہ کسی معاملے میں جلد بازی کا مظاہرہ کر رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت کی طرف سے دعا کی قبولیت کا وعدہ تو ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ بندے کی سوچ کے مطابق ہی ہو۔ اللہ رب العزت کی ذات بندے کی مصلحت اور بھلائی کو بندے سے زیادہ بہتر جانتی ہے۔ چنانچہ وہ خود ہی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کس دعا کو کس انداز میں قبول کرنا ہے۔ حضور ﷺ نے قبولیت کی تین شکلیں بیان فرمائی ہیں:

---

[1] ابن ماجہ، محمد ابن یزید، القزوینی، ابوعبداللہ، السنن، کتاب الزھد، باب ذکر التوبۃ، رقم الحدیث: 4257

[2] ایضاً، کتاب الزھد، باب ایجابۃ الدعاء، صحیح، رقم الحدیث: 3131

[3] الزمر: 53

[4] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التوحید والرد علی الجھمیۃ وغیرھم، باب قول اللہ تعالیٰ "ویحذرکم اللہ نفسہ" (آل عمران: 28)، رقم الحدیث: 7405

"من دعا بدعوة ليس فيها اثم ولا قطيعة رحم اعطاه الله عزوجل احدٰى ثلاث : اما ان يغفر له بها ذنبا قد سلف، واماانُ يّعجلها له فى الدنيا' واما ان يد خرها له فى الاخرة"[1]

'' جو آدمی ایسی دعا مانگے جس میں نہ کوئی گناہ ہو اور نہ قطع رحمی ہو تو اللہ تعالیٰ اس دعا کے بدلہ میں تین میں سے ایک چیز ضرور دیتا ہے یا اس دعا کی وجہ سے اس کا کوئی سابقہ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے یا اسے وہ چیز (جو اس نے مانگی ہے) فوراً دُنیا میں دے دی جاتی ہے یا یہ دعا اُس کے لیے آخرت میں ذخیرہ کرلی جاتی ہے''

خلاصہ بحث :

یہ ارٹیکل سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں انسانی اخلاق و کردار کی تشکیل کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ پیش کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو اخلاقی رفعت کا آئینہ دار ہے، جو نہ صرف ایک فرد کی اصلاح بلکہ ایک مثالی معاشرہ تشکیل دینے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس تحقیق میں نبی کریم ﷺ کے نمایاں اخلاقی اوصاف جیسے صدق، امانت، حلم، عدل، شفقت اور انکساری کو ان کے عملی مظاہر کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اس بات کا تجزیہ کیا گیا ہے کہ یہ اوصاف فرد اور معاشرے میں کیسے راسخ ہو سکتے ہیں۔ جدید اخلاقی چیلنجز کے تناظر میں سیرتِ طیبہ ﷺ کی رہنمائی کو بروئے کار لانے کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا ہے، تاکہ موجودہ دور کی اخلاقی گراوٹ کا مؤثر حل پیش کیا جا سکے۔

تجاویز و سفارشات:

1. نصاب تعلیم میں اخلاقی پہلوؤں پر مبنی سیرت النبی ﷺ کو شامل کیا جائے، تاکہ طلباء کی کردار سازی اسلامی بنیادوں پر ہو سکے۔
2. اساتذہ و والدین کے لیے تربیتی ورکشاپس منعقد کی جائیں، جن میں سیرتِ نبوی ﷺ کو اخلاقی تربیت کے حوالے سے سکھایا جائے۔
3. میڈیا، سوشل پلیٹ فارمز اور خطباتِ جمعہ کے ذریعے سیرت کے اخلاقی پیغامات عام کیے جائیں۔
4. موجودہ اخلاقی بحرانوں کا سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں تجزیہ کیا جائے اور اس کی بنیاد پر اصلاحی منصوبے بنائے جائیں۔
5. تحقیقی اداروں اور یونیورسٹیوں میں اخلاق و کردار کی تشکیل پر سیرت کی بنیاد پر مزید تحقیقی منصوبے شروع کیے جائیں۔

[1] البانی، ناصر الدین، صحیح الترغیب، 1633